OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 9, Issue 1 (January-March 2026)

غزوۂ خندق کی عسکری حکمتِ عملی اور جدید اسٹریٹیجک فکر: سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

The Military Strategy of the Battle of the Trench and Modern Strategic Thought: An Analytical Study in the Light of the Prophetic Seerah

Dr. Irfan Jafar

Assistant Prof., Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore

Email: i.z03035040887@gmail.com

Shaista Zaib

Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore

Email: iqbalshaista9@gmail.com

Abstract

The Battle of the Trench (**Ghazwa al-Khandaq**) represents a pivotal moment in Islamic military history, reflecting not only the resilience of the early Muslim community but also the remarkable strategic vision of the Prophet Muhammad ﷺ. Faced with a formidable coalition of enemies and severe resource limitations, the Prophet ﷺ employed a comprehensive defensive strategy that emphasized tactical innovation, coalition management, psychological resilience, and efficient resource utilization. This paper critically examines these strategic elements within the broader framework of modern military doctrines, highlighting how the Prophet's ﷺ approach aligns with contemporary concepts such as pre-emptive planning, strategic deterrence, and adaptive warfare. Through this analysis, the study

CC BY

explores the relevance of Prophetic leadership and military insight in addressing present-day security challenges confronting the Muslim world. By drawing parallels between the Seerah and modern strategic thinking, this research seeks to demonstrate that the defensive planning and execution during the Battle of the Trench offer not only historical significance but also practical guidance for contemporary Muslim societies striving for security, stability, and self-reliance in an increasingly complex geopolitical landscape.

Key words: Battle of the Trench, Military Strategy, Prophetic Leadership, Modern Strategic Thinking, Islamic Defense Doctrine

تعارف

تاریخِ انسانی میں اگر کسی شخصیت کو ہمہ گیر رہنما، عظیم مصلح، مدبر، قانون ساز اور اعلیٰ ترین عسکری قائد کی حیثیت دی جا سکتی ہے تو بلا تردید وہ ذاتِ گرامی صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ آپ ﷺ نے محض مذہبی، اخلاقی یا روحانی رہنما ہی نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ زندگی کے ہر میدان میں اپنی مثالی قیادت سے رہتی دنیا تک کے لیے ایک قابلِ عمل ماڈل فراہم کیا۔ سیرتِ طیبہ کے انہی تابندہ پہلوؤں میں ایک اہم باب آپ ﷺ کی عسکری بصیرت اور جنگی حکمتِ عملی کا ہے، جو اگرچہ سیرت نگاری کے عمومی رجحانات میں نسبتاً کم توجہ کا مرکز رہا ہے، مگر اس کے اندر وہ گہرائی اور حکمت پوشیدہ ہے جو جدید دور کی اسٹریٹیجک تھنکنگ کے لیے حیران کن اور قابلِ تقلید مثالیں فراہم کرتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی عسکری قیادت، صرف جذباتی یا روحانی سطح پر مبنی نہیں تھی، بلکہ اس میں زمینی حقائق، جغرافیائی ادراک، انسانی وسائل کا مؤثر استعمال، نفسیاتی جنگ، پیشگی منصوبہ بندی، اور حالات کے مطابق لچک دار مگر اصولی فیصلے شامل تھے۔ ان سب خصوصیات کا مظہر ہمیں سب سے زیادہ غزوۂ خندق (غزوۂ احزاب) میں نظر آتا ہے، جہاں آپ ﷺ نے ایک منفرد دفاعی حکمتِ عملی کے ذریعے مدینہ جیسے کمزور و نوزائیدہ اسلامی ریاست کو ایک طاقتور اور خطرناک اتحادی لشکر سے محفوظ رکھا۔

اس تحقیقی مقالہ بعنوان **"غزوۂ خندق کی عسکری حکمتِ عملی اور جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ: سیرتِ النبی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ"** میں کوشش کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی غزوۂ خندق میں اختیار کی گئی عسکری حکمتِ عملی کو جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ کے تناظر میں پرکھا جائے، اور سیرتِ النبی ﷺ سے وہ رہنما اصول اخذ کیے جائیں جو آج کی مسلم دنیا کو درپیش دفاعی، سیاسی اور جغرافیائی چیلنجز کا حل فراہم کر سکتے ہیں۔

اہمیتِ موضوع

عصرِ حاضر کی دنیا جہاں طاقت کا توازن، عسکری اتحاد، اور ملکی و ملی مفادات پر قائم ہے، وہاں ایک ایسے واقعے کا مطالعہ جو ۱۴سو سال قبل پیش آیا۔ حیرت انگیز طور پر جدید اسٹریٹیجک اصولوں سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ غزوۂ خندق ہمیں سکھاتا ہے

کہ محدود وسائل، کثیر دشمنوں، اندرونی سازشوں اور نفسیاتی دباؤ کے ماحول میں بھی اگر قیادت صاحبِ بصیرت، فیصلہ کن اور اصولی ہو تو فتح ممکن ہے، اور امن قائم رکھا جا سکتا ہے۔

سوالاتِ تحقیق

- غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اختیار کی گئی عسکری حکمتِ عملی جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ کے کن اصولوں سے مطابقت رکھتی ہے؟
- کیا اس تاریخی واقعے سے عصرِ حاضر کے مسلم معاشروں کو کوئی عملی رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے؟ اگر ہاں، تو وہ کون سے اسباق ہیں جو آج کی دنیا میں قابلِ عمل ہو سکتے ہیں؟

مقاصدِ تحقیق

- غزوۂ خندق کی دفاعی حکمت عملی کا گہرائی سے تجزیہ کرنا۔
- اس حکمتِ عملی کا تقابل جدید عسکری نظریات اور اسٹریٹیجک ماڈلز سے کرنا۔
- امتِ مسلمہ کو درپیش موجودہ دفاعی و سیاسی چیلنجز کے تناظر میں سیرتِ نبوی ﷺ سے قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرنا۔

غزوۂ خندق محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ جدید دفاعی نظریات کے آئینے میں سیرت النبی ﷺ کی حکمتِ عملی کا زندہ ثبوت ہے۔ لہٰذا، غزوہ خندق میں رسول اکرم ﷺ کی اختیار کی گئی حکمت عملیوں کا ذکر کرنے سے قبل غزوۂ خندق کے پس منظر، اس کے جغرافیائی وسیاسی حالات، اور اس کے دوران اختیار کی گئی تدابیر کا جائزہ لیا جائے، تاکہ قاری ایک واضح تاریخی فریم میں اس واقعے کی اسٹریٹیجک نوعیت کو سمجھ سکے۔ آئندہ سطور میں، ہم نہایت اختصار کے ساتھ غزوۂ خندق کے پس منظر کو بیان کریں گے، تاکہ اس کے بعد پیش کی جانے والی عسکری حکمتِ عملی کے تجزیے کو سیاق وسباق میں سمجھا جا سکے۔

غزوۂ خندق: تعارف و پس منظر

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا ایک نہایت اہم اور مؤثر باب "غزوات" پر مشتمل ہے، جنہوں نے نہ صرف اسلامی ریاست کے دفاع کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں بلکہ اسلامی نظریۂ جہاد، امن، اور سیاسی و عسکری حکمتِ عملی کے عظیم اصول بھی عطا کیے۔ ان ہی غزوات میں ایک فیصلہ کن مرحلہ "غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب" کی صورت میں سامنے آیا، جو کہ 5 ہجری میں شوال یا ذیقعد کے مہینے میں پیش آیا۔[1] اس غزوہ کو "خندق" اس لیے کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ کے دفاع کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زیرِ قیادت ایک خندق کھودی گئی جو عرب کے لیے ایک نئی اور غیر معمولی عسکری حکمت عملی تھی۔ فارسی عسکری تدبیر کے طور پر خندق کا تصور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر اختیار کیا گیا۔ چونکہ اس جنگ میں مختلف مشرک قبائل اور یہودی گروہوں نے متحد ہو کر حملہ کیا تھا، اس لیے اسے "غزوۂ احزاب" بھی کہا جاتا ہے۔[2]

سیاسی و عسکری پس منظر

غزوۂ خندق کا پس منظر دراصل یہودی قبیلے بنو نضیر کی معاندانہ سرگرمیوں سے جڑا ہوا ہے۔ مدینہ سے جلاوطنی کے بعد ان کے سردار حُیی بن اخطب نے خیبر میں پناہ لی، اور پھر مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے کفارِ قریش، بنو غطفان، بنو سلیم، اور دیگر عرب قبائل کو ساتھ ملا کر ایک اتحادی فوج تیار کی، جس کی مجموعی تعداد تقریباً ۱۰ ہزار تھی۔ یہ عرب کی تاریخ کا پہلا ایسا

موقع تھا جب دشمن افواج اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں کے خلاف متحد ہوئیں۔[3] جب مدینہ پر اس بڑے حملے کی خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے مشاورت کا نظام قائم کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے خندق کی کھدائی کا فیصلہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی صحابۂ کرام کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک رہے۔[4]

دفاعی اعتبار سے خندق کی پوزیشن کچھ اس طرح رکھی گئی کہ سلع پہاڑ پشت پر اور خندق دشمن کے سامنے تھی۔ خندق کی کھدائی صرف چھ دن میں مکمل کرلی گئی۔ یہ خالصتاً قبل از معرکہ منصوبہ بندی (pre-battle strategic planning) کا ایک درخشاں نمونہ تھا۔ جنگ کے دوران ایک اور بڑا خطرہ اُس وقت پیدا ہوا جب مدینہ میں موجود یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے معاہدۂ مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دشمن افواج سے خفیہ ساز باز کرلی۔ ان کی اس بدعہدی نے مسلمانوں کے لیے اندرونی محاذ پر بھی خطرات پیدا کیے، مگر رسول اکرم ﷺ نے صبر و حکمت سے اس کا مقابلہ کیا اور بعد ازاں ان کا احتساب غزوۂ بنو قریظہ کی صورت میں کیا گیا۔[5]

اگرچہ دشمن افواج نے خندق کے قریب خیمے گاڑ کر محاصرہ کرلیا تھا، تاہم خندق نے دشمن کے حملے کی رفتار کو روک دیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید اس شکل میں ظاہر ہوئی کہ ایک شدید آندھی نے دشمن کے خیمے اکھاڑ دیے، راشن ختم ہوگیا، اور حوصلے پست ہوگئے۔ اس کے نتیجے میں اتحادی لشکر " الرحیل ، الرحیل" کی صداؤں کے ساتھ پسپا ہوگیا۔[6] اس عظیم معرکے میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت کم رہا، البتہ انصار کے جلیل القدر سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس جنگ کے دوران زخمی ہوکر شہید ہوئے۔[7] غزوۂ خندق، درحقیقت، عسکری حکمتِ عملی، دفاعی تدبیر، اور قیادت کی بصیرت کا ایک مثالی نمونہ ہے، جس نے نہ صرف مدینہ منورہ کو بچایا بلکہ اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ رسول اکرم ﷺ کی بروقت منصوبہ بندی، اجتہادی بصیرت، مشاورتی قیادت اور دشمن کی چالوں کے خلاف پیشگی تدابیر نے اس غزوہ کو محض ایک دفاعی جنگ ہی نہیں، بلکہ ایک جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ (Strategic Thinking) کی لازوال مثال بنا دیا۔

غزوۂ خندق کی عسکری حکمتِ عملی اور جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ

تاریخ اسلام میں غزوۂ خندق، عسکری قیادت، تدبر، دفاعی حکمت عملی اور ریاستی بقاء کی ایک ناقابلِ فراموش مثال ہے۔ جب 5 ہجری میں مدینہ منورہ پر قریش، یہود، اور متعدد عرب قبائل کی ۱۰ (دس) ہزار کے لگ بھگ اتحادی فوج نے حملہ کیا، تو عددی اور عسکری لحاظ سے مسلمان سخت کمزور نظر آتے تھے۔ مگر رسولِ اکرم ﷺ کی فہم و فراست، مشاورتی قیادت، اور بروقت فیصلہ سازی نے تاریخ کے دھارے کو پلٹ کر رکھ دیا۔ غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے جن عسکری حکمت عملیوں کو اپنایا، وہ نہ صرف اُس وقت مسلمانوں کی بقا اور ریاستِ مدینہ کے دفاع کا ذریعہ بنیں بلکہ جدید جنگی نظریات میں بھی ایک قابلِ تقلید ماڈل کے طور پر تسلیم کی جاتی ہیں۔ چاہے وہ بروقت انٹیلیجنس ہو، دفاعی مورچے بنانا، نفسیاتی جنگ، یا داخلی خطرات کا ادراک وغیرہ۔ رسولِ اللہ ﷺ کی قیادت ہر پہلو سے جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ کی پیش رو نظر آتی ہے۔ غزوہ خندق میں جو عسکری تدابیر، دفاعی چالیں اور نفسیاتی جنگ کے اصول، عسکری حکمت عملی اختیار کی گئی وہ حسب ذیل ہیں جو آج کے جدید جنگی حکمت عملی کے تناظر میں مشعل راہ ہیں۔

1. انوکھی جنگی اسکیم(Unique War Strategy)

غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے ایسی جنگی تدبیر اختیار فرمائی جو اس سے پہلے عرب کی جنگی تاریخ میں کبھی استعمال نہیں ہوئی تھی۔ جب مشرکینِ مکہ، یہودی قبائل اور دیگر اتحادی دشمن قبائل نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک عظیم متحدہ لشکر تیار کیا، تو آپ ﷺ نے مدینہ کے شمالی جانب ایک وسیع اور گہری خندق کھدوانے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا تھا، جو فارس میں اس تدبیر کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ عرب قبائل کے لیے خندق ایک بالکل نیا اور غیر متوقع دفاعی ہتھیار تھا۔ مدینہ کے باقی تین اطراف قدرتی رکاوٹیں پہلے ہی موجود تھیں، اس لیے خندق نے شمالی سمت سے بھی دشمن کی پیش قدمی کو روک دیا۔ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں:"**كان احد جانبى المدينة عورة وسائرجوانبها مشككة بالبنيان والنخيل لايتمكن العدومنها۔**"[8]"شہر مدینہ کی ایک سمت ہی (شمالی سمت) کھلی ہوئی تھی، باقی تمام جوانب عمارتوں اور کھجور کے درختوں سے گھری ہوئی تھیں، جن سے دشمن کا گزرنا ناممکن تھا۔"

اس لئے شمالی علاقے میں تین سے چار میل خندق کھودی گئی۔ جو سات سے لے کر دس ہاتھ (ساڑھے تین میٹر سے لے کر پانچ میٹر تک) گہری اور نو ہاتھ یعنی ساڑھے چار میٹر چوڑی تھی۔ تین ہزار مجاہدین نے پندرہ یا سترہ دن میں یہ خندق کھودی۔ مدینہ منورہ کے جغرافیائی نشیب و فراز سے آپ ﷺ خوب واقف تھے۔ شہر کی شمالی سمت کا دفاع تو خندق کھود کر کیا۔ اہلِ سیر نے لکھا ہے باقی دوسرے اطراف میں جہاں خندق نہ تھی، بلکہ باغات و مکانات تھے، وہاں بھی کلیدی مقامات پر نگرانی اور حفاظت کے لئے صحابہؓ کے چاق وچوبند دستے مقرر فرما کر پورے شہر مدینہ کی حفاظت کا انتظام فرمالیا۔[9]

خندق کی کھدائی، چاروں اطراف سے دفاعی اقدامات اور اصحابؓ کی مختصر سی جماعت کی سلیقہ و ترتیب سے اہم مقامات پر تعیناتی کے بعد اب نتائج کو اللہ کے حوالے کر دیا۔ متحدہ عرب کا لشکر جب مدینہ منورہ پہنچا تو آگے کیا صورتحال تھی؟ عبد الحمید قادری "جستجوئے مدینہ" میں نقشہ کھینچتے ہیں:

> جب وہ جبل سلع کے دامن میں پہنچے تو ان کی حیرانی اور مایوسی کی انتہاء نہ رہی کہ ان کو اپنے زمین کے قلابے بھرتے ہوئے گھوڑوں کو یکایک لگامیں لگانا پڑیں کیونکہ ان کے آگے ناقابل عبور چوڑی اور گہری خندق منہ کھولے کھڑی تھی۔ ابن اسحاقؒ کے الفاظ ہیں:"وہ اپنے گھوڑوں پر سرپٹ دوڑتے آئے مگر خندق کو دیکھ کر ان کو اپنے گھوڑوں کو روکنا پڑا۔ خندق کو دیکھتے ہی وہ بے اختیار کہہ اٹھے، یہ حربہ پہلے تو کبھی کسی عرب نے نہیں آزمایا۔"ان کی ساری حسرتیں خاک میں مل گئیں۔ پورے جزیرہ نما عرب میں ایسا دفاعی حربہ کبھی استعمال نہیں ہوا تھا۔ ان کی ساری قوت کا دارومدار تو اس وقت کے روائتی جارح اور دفاعی طریقوں پر تھا۔ وہ جنگ اُحد میں دیکھ چکے تھے کہ مسلمانوں کے پاس گھڑ سوار فوج نام کی بھی کوئی چیز نہ تھی۔ اس بار وہ پہلے سے بھی زیادہ گھڑ سوار فوج ساتھ لے کر آئے تھے۔ جو اس نئی دفاعی لائن کے سامنے بالکل بے بس کھڑی تھی۔ ان کے حربی منصوبہ بازوں کے لئے یہ بالکل انوکھا حربہ تھا۔ خندق اتنی وسیع اور گہری تھی کہ کوئی بھی گھوڑا اس کو پھلانگنے سے عاجز تھا۔[10]

یہ حکمتِ عملی اس وقت کے روایتی جنگی طریقوں سے ہٹ کر ایک منفرد، مؤثر اور کامیاب دفاعی اقدام تھا، جس نے دشمن کی چالیں ناکام بنادیں اور مسلمانوں کو ایک بڑی تباہی سے محفوظ رکھا۔

2. اندرونی امن و استحکام (Internal Peace and Stability)

کسی بھی ریاست کی دفاعی طاقت اس وقت مؤثر ثابت ہوتی ہے جب اندرونی طور پر امن، اتحاد اور نظریاتی یکجہتی موجود ہو۔ غزوۂ خندق سے قبل رسول اللہ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کو داخلی طور پر مستحکم بنانے کے لیے جو اقدامات فرمائے، وہ ایک کامیاب دفاعی حکمتِ عملی کی بنیادی شرط کو پورا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان رشتۂ مواخات قائم کر کے دلوں میں الفت پیدا کی، مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل سے معاہدات کر کے امن کا دائرہ وسیع کیا، اور حدودِ حرمِ نبوی ﷺ کا تعین فرما کر مدینہ کو ایک مرکزی اور محفوظ خطہ بنا دیا۔ ان اقدامات سے مدینہ میں اتحاد، نظم، اور داخلی اعتماد پیدا ہوا، جس کی بنیاد پر مسلمانوں نے بیرونی حملے کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔

آج کی جدید ریاستوں میں بھی یہی اصول کارفرما ہیں کہ دفاع اسی وقت مضبوط ہوتا ہے جب قوم داخلی اختلافات سے پاک، متحد اور اپنی افواج کے ساتھ کھڑی ہو۔

3. طلایہ گردی اور جاسوسی (Reconnaissance and Espionage)

دفاعی حکمتِ عملی میں دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا، اس کے عزائم کو بھانپنا اور بروقت اطلاعات حاصل کرنا انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے شدید سردی اور مشکل حالات کے باوجود دشمن کی صورتحال جاننے کے لیے صحابہ سے رضاکار طلب کیے۔ حضرت زبیر بن عوامؓ اس مہم کے لیے تیار ہوئے اور نہایت خفیہ انداز میں دشمن کی صفوں تک جا پہنچے۔ انہوں نے قریش کے لشکر میں پائی جانے والی مایوسی، سرد موسم، قلتِ رسد اور بنو قریظہ کی بدعہدی کے اثرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور واپس آکر نبی کریم ﷺ کو پوری صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی جانفشانی پر خوش ہو کر فرمایا: **"إن لكل نبي حواريا , وإن حواري الزبير بن العوام ""** ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے۔"(11)

یہ واقعہ نہ صرف حضور ﷺ کی قیادت میں اعلیٰ درجے کی انٹیلیجنس کی مثال ہے بلکہ آج کی جدید جنگی حکمتِ عملی میں جاسوسی، سرویلنس اور دشمن کے عزائم کا بروقت اندازہ لگانے جیسے اصولوں سے مکمل ہم آہنگی رکھتا ہے۔

4. گرد و پیش پر نظر اور عسکری تنظیم (Vigilance of Surroundings and Military Organization)

رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمتِ عملی میں داخلی نظم و ضبط اور عسکری تربیت کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے عرب کے روایتی جاگیردارانہ نظام سے ہٹ کر ہر لڑنے کے قابل مسلمان کو فوج کا حصہ بنایا۔ جنگی ذمہ داری صرف سرداروں یا جاگیرداروں تک محدود نہ رہی، بلکہ ہر مسلمان فرد کو تربیت، نظم اور قربانی کا خوگر بنایا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک منتشر قوم کو آپ ﷺ نے ایسی عسکری ترتیب دی کہ وہ "بـنـیـا ن مـر صـو ص" بن گئی۔ مدینہ کے ارد گرد کا مکمل جغرافیہ، اہم راستے، قبائل کی وفاداری یا بے وفائی، موسم، رسد کے راستے وغیرہ۔ ان تمام عوامل پر نہ صرف نظر رکھی گئی بلکہ ان کے مطابق فوجی پلاننگ کی گئی۔ اسی تنظیم اور اسٹریٹیجک منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا کہ ایک چھوٹی سی ریاست، ایک بہت بڑے اتحادی لشکر کے سامنے کامیابی سے اپنا دفاع کر سکی۔

5. رازداری اور خفیہ اطلاعات (Secrecy and Intelligence)

جدید جنگی حکمت عملی میں جس طرح دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا ضروری ہے، اسی طرح اپنی دفاعی تیاریوں اور جنگی منصوبوں کو دشمن سے خفیہ رکھنا بھی بنیادی اصولوں میں شمار ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی عسکری قیادت میں یہ اصول نہایت اعلیٰ سطح پر نظر آتا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے رازداری کے اصول پر اس قدر سختی سے عمل فرمایا کہ نہ صرف عام صحابہ کرامؓ بلکہ بعض مواقع پر قریبی مشیروں تک کو بھی مکمل تفصیلات سے آگاہ نہیں کیا جاتا تھا، تاکہ دشمن یا اندرونی خفیہ ایجنٹ تک کوئی حساس معلومات نہ پہنچ سکے۔ خاص طور پر جب بنو قریظہ کی عہد شکنی کی خبریں موصول ہوئیں، تو نبی کریم ﷺ نے فوراً حضرت سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک تحقیقاتی وفد روانہ کیا، لیکن ساتھ ہی یہ سخت ہدایت فرمائی کہ:

"اگر عہد شکنی کی خبر درست ہو تو واپسی پر مجھے اشاروں میں اطلاع دینا تاکہ عوام کے حوصلے پست نہ ہوں، اور اگر وہ عہد پر قائم ہوں تو کھلے عام سب کو بتا دینا۔"[12]

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف خفیہ اطلاعات کی اہمیت کو سمجھا بلکہ ان کے تحفظ کے لیے مؤثر تدابیر بھی اختیار فرمائیں۔ اسی طرح، مکہ جیسے مرکزی دشمن علاقے میں بھی آپ ﷺ نے خفیہ نامہ نگار تعینات کیے ہوئے تھے جو وقتاً فوقتاً حالات سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اگر جدید زبان میں کہا جائے تو آپ ﷺ کا "انٹیلی جنس نیٹ ورک" اپنے دور کے لحاظ سے نہایت متحرک، فعال اور مربوط تھا۔

یہ حکمتِ عملی آج کی اسٹریٹیجک تھنکنگ میں بھی اتنی ہی اہم سمجھی جاتی ہے جتنی اُس وقت تھی۔ چاہے کوڈ ورڈز ہوں، فیلڈ انٹیلی جنس ہو یا سائبر سیکیورٹی۔ ہر کامیاب دفاع کے پیچھے ایک مضبوط خفیہ نظام ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت اس ضمن میں بھی ہمارے لیے بہترین رہنما ہے۔

6. عوام کو حالات وواقعات سے آگاہ اور تیار رکھنا (Keeping the Public Informed and Prepared)

جدید عسکری قیادت میں ایک اہم اصول یہ ہے کہ عوام الناس کو مکمل لاعلم بھی نہ رکھا جائے اور نہ ہی ایسی تفصیلات دی جائیں جو ان کے حوصلے توڑ دیں۔ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں ہمیں اس کا نہایت متوازن اور حکیمانہ نمونہ ملتا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر حالات نہایت سنگین تھے۔ دشمن نے تین اطراف سے مدینہ کو گھیر رکھا تھا، بنو قریظہ نے عہد شکنی کر دی تھی، اور اندرونی طور پر مسلمانوں کی پوزیشن کمزور محسوس ہو رہی تھی۔ ایسے نازک وقت میں اگر عوام الناس میں خوف، افواہوں یا بددلی کی لہر دوڑ جاتی تو یہ دشمن کے لیے ایک نفسیاتی فتح ہوتی۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے صرف قریبی مشیروں سے مشاورت فرمائی اور حساس اطلاعات کو عوام میں عام کرنے سے روک دیا۔ جب بنو قریظہ کی خیانت کی خبر ملی تو اس کی تحقیق کے لیے وفد روانہ کیا، اور واپسی پر حکم دیا کہ اگر خبر سچی ہو تو صرف مجھے اشاروں میں اطلاع دینا تاکہ لوگوں کے حوصلے متاثر نہ ہوں۔[13] البتہ، ایسے حالات میں عوام کو مکمل غفلت میں رکھنا بھی درست نہیں تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کو القدرِ لازم حالات سے آگاہ بھی فرمایا، ان کی ذہن سازی بھی کی اور ان کے حوصلے بھی بلند رکھے۔ یہی حکمت عملی تھی جس کی بدولت مسلمان مسلسل ۲۰ (بیس) دنوں تک محاصرے، فاقے، سردی اور

خوف کے باوجود ثابت قدم رہے۔

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ خواتین تک بھی اس حد تک ذہنی طور پر تیار تھیں کہ انہوں نے نہ صرف خطرے کو پہچانا بلکہ عملی اقدام بھی کیا۔ جب ایک یہودی قلعے کا چکر لگا کر کمزوری جاننے کی کوشش کر رہا تھا، تو حضرت صفیہؓ نے خود اس کا خاتمہ کیا، کیونکہ جانتی تھیں کہ اگر یہ خبر دشمن کو مل گئی تو مدینہ کے غیر محفوظ مقامات پر حملہ ہو سکتا ہے۔[14]

یہ واقعہ اس بات کی روشن مثال ہے کہ کس طرح نبی کریم ﷺ نے امت کو ذہنی، جسمانی اور نظریاتی سطح پر تیار کیا، اور اعلیٰ درجے کی قومی یکجہتی پیدا کی ۔ جو کہ آج کی دفاعی اصطلاح میں "نیشنل ریسیلینس" (National Resilience) کہلاتی ہے۔

7. قرب وجوار کے علاقہ جات سے تعلقات(Relations with Neighboring Areas)

جدید دفاعی حکمتِ عملی میں خارجہ تعلقات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ دوست اور دشمن کی صحیح شناخت، معاہدات کی پختگی، اور خطے کی اقوام کے ساتھ توازن برقرار رکھنا کسی بھی ریاست کی سلامتی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی قیادت میں اس اصول کو انتہائی حکیمانہ انداز میں عملی جامہ پہنایا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ سے پہلے قریبی یہودی قبائل، بالخصوص بنو قریظہ سے امن کا معاہدہ برقرار رکھا، جو میثاقِ مدینہ کے تحت پہلے سے موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حتی الوسع کوشش کی کہ ان سے عہد و پیمان نہ ٹوٹے تاکہ اندرونی محاذ محفوظ رہے۔ حالانکہ دورانِ جنگ بنو قریظہ کی عہد شکنی کی اطلاعات آپ تک پہنچ گئیں، مگر آپ ﷺ نے اس خبر کو فوراً عام نہیں کیا۔ بلکہ تحقیق، رازداری اور وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اسے مکمل طور پر جنگ کے اختتام تک پوشیدہ رکھا تاکہ مسلمانوں کے حوصلے نہ ٹوٹیں اور دشمن کو موقع نہ ملے۔

یہ طرزِ عمل جدید سفارتی اصولوں سے مکمل ہم آہنگ ہے، جہاں "conflict management" (تنازعات کی تدبیر) اور "strategic silence" (حکمت پر مبنی خاموشی) جیسے تصورات سامنے آتے ہیں۔ اسلام دشمن اقوام سے دوستی اور برادرانہ تعلقات کی اجازت نہیں دیتا، لیکن برابری کی سطح پر امن، صلح اور تجارتی معاہدات کی مکمل گنجائش فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

((وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِن ۚ قَوۡ ۚمٍ خِیَانَةً فَان ۚ ۚبِذۡ ۚ اِلَیۡ ۚهِم ۚ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ ال ۚ خَآئِنِیۡ ۚ نَ))[15]

"اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کا معاہدہ اس کے سامنے برابری کی بنیاد پر ختم کر دو، تاکہ دونوں فریق اپنے حال پر ہو جائیں۔"

نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قیامِ امن کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مدینہ کے اندرونی استحکام پر توجہ دی بلکہ اردگرد کے قبائل اور اقوام کے ساتھ بھی ایسے تقریباً 50 سے زائد امن و صلح کے معاہدات کیے، جو سیرت کی مختلف کتب میں محفوظ ہیں۔

غزوۂ خندق کے تناظر میں یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے بنو قریظہ کی ممکنہ عہد شکنی کے باوجود ان کے ساتھ موجودہ معاہدے کو آخری حد تک نبھایا۔ اور جب ان کی خیانت کھل کر سامنے آگئی تو پھر شرعی، اخلاقی اور عسکری اصولوں کے تحت ان

کے خلاف کارروائی کی گئی۔ یہ پہلو نہ صرف سیرت النبی ﷺ کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کو اجاگر کرتا ہے بلکہ آج کی اسٹریٹیجک تھنکنگ اور خارجہ پالیسی کے لیے بھی ایک مضبوط رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔

8. دشمن کے حوصلے پست کرنا اور ان میں پھوٹ ڈالنا

غزوۂ خندق نہ صرف عسکری دفاع کا ایک مثالی نمونہ ہے بلکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی حربی حکمتِ عملی اور نفسیاتی جنگ (Psychological Warfare) کا بھی گہرا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس جنگ میں دشمن کے حوصلے پست کرنا، ان کے اتحاد کو توڑنا اور ان میں بد اعتمادی پھیلانا نبی کریم ﷺ کی حکمت عملی کا ایک مرکزی پہلو رہا۔ نبی کریم ﷺ نے بعض غزوات میں دشمن کی صفوں میں دراڑ ڈالنے اور ان کے حوصلے کمزور کرنے کے لیے حکمت و بصیرت پر مبنی اقدامات فرمائے۔ ایک مثال میں، آپ ﷺ دو سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ لحیان پر اچانک حملہ آور ہوئے۔ جب بنو لحیان کو خبر ملی تو وہ پہاڑوں کی بلندیوں کی جانب فرار ہو گئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے عسفان کا رخ فرمایا تاکہ قریش کو آپ کی نقل و حرکت کا علم ہو جائے اور وہ آپ کی عسکری تیاریوں سے مرعوب ہو جائیں۔ اس اقدام کا مقصد واضح طور پر دشمن کے دل میں خوف بٹھانا اور ان کے ارادوں کو متزلزل کرنا تھا۔ محمود شیت خطاب اس بارے میں لکھتے ہیں:

"ہر غزوے میں دشمن کے حوصلوں کو توڑنا ہی اسلام کا بنیادی ہدف ہوتا تھا۔"[16]

غزوۂ خندق میں نبی اکرم ﷺ نے ایک منفرد حکمت عملی اختیار کی جس کی روشن مثال حضرت نعیم بن مسعودؓ کا کردار ہے۔ وہ خندق کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلانِ اسلام کیا، مگر ان کے اسلام لانے کی خبر ابھی ان کی قوم کو نہ پہنچی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أنتَ فينا رجلٌ واحدٌ، فَخَذِّلْ عنا إنِ استطعتَ، فإنَّ الحربَ خُدْعةٌ"[17]

"تم ہمارے ساتھ محض ایک آدمی ہو، پس اگر ممکن ہو تو دشمن کے درمیان پھوٹ ڈالو، کیونکہ جنگ تو چالاکی اور فریب کا نام ہے۔"

حضرت نعیم بن مسعود نے انتہائی حکمت سے نبی ﷺ کے مخالف گروہوں کے درمیان بد گمانی اور عدم اعتماد پیدا کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے بنو قریظہ کے یہود کو قریش سے یرغمال طلب کرنے پر آمادہ کیا، تاکہ ان کی نیت کا اندازہ ہو سکے۔ بعد ازاں قریش کو یہ خبر دی کہ یہودی در حقیقت محمد ﷺ سے دوبارہ اتحاد کرنا چاہتے ہیں اور تمہارے افراد کو بطور یرغمال نبی ﷺ کے حوالے کر کے تمہارے خلاف جنگ کریں گے۔ اس افواہ کا اثر یہ ہوا کہ قریش اور یہود کے مابین بد اعتمادی پیدا ہو گئی، اور اتحاد ٹوٹ گیا۔

ڈاکٹر علی محمد الصلابی اس واقعے کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نعیم بن مسعود نے نبی ﷺ کے مخالف تمام گروہوں کے مابین شک اور نفرت کے بیج بو دیے، جس کے نتیجے میں دشمنوں کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کی اجتماعی قوت ٹوٹ گئی۔"[18]

اسی طرح احمد نوفل نے بھی اس واقعے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا:

"غزوۂ احزاب میں افواہ سازی نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت اہم کردار ادا کیا، جس کی بہترین مثال نعیم بن

مسعود کی حکمت عملی میں دیکھی جاسکتی ہے۔"[19]

یہ تمام شواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے روایتی عسکری جنگ کے ساتھ ساتھ دشمن کی ذہنی اور نفسیاتی سطح پر بھی مقابلہ کیا۔ یہ جنگ صرف میدانِ کارزار میں نہ تھی بلکہ ایک بڑی حد تک ذہنوں میں بھی لڑی گئی۔ جدید عسکری حکمتِ عملی میں بھی دشمن کی صفوں میں نفسیاتی دباؤ پیدا کرنا، معلوماتی جنگ (Information Warfare) اور پروپیگنڈا ایک مؤثر ہتھیار سمجھے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے محدود وسائل کے باوجود نفسیاتی جنگ کو نہایت مؤثر انداز میں استعمال کیا۔ حضرت نعیم بن مسعود کی حکمت عملی جدید انٹیلیجنس اور ڈس انفارمیشن کی عمدہ مثال ہے۔ یہی وہ نقطۂ آغاز ہے جہاں سیرت النبی ﷺ عصرِ حاضر کے اسٹریٹیجک ماہرین کے لیے ایک بصیرت افروز ماڈل مہیا کرتی ہے۔ دشمن کے حوصلے پست کرنا، ان کے اتحاد کو سبوتاژ کرنا اور نفسیاتی محاذ پر برتری حاصل کرنا آج بھی جنگی حکمتِ عملی کا ایک بنیادی جزو ہے۔

9. سرحدوں کی حفاظت (Border Security)

کسی بھی ریاست کے دفاع، استحکام اور بقا کے لیے اس کی سرحدوں کی مؤثر حفاظت کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ ایک منظم اور محفوظ سرحد نہ صرف دشمن کے حملوں کو روکتی ہے بلکہ داخلی امن اور ریاستی وقار کی ضامن بھی ہوتی ہے۔ سیرتِ طیبہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست مدینہ کے ابتدائی ایّام ہی سے دفاعی حکمتِ عملی میں سرحدی چوکیوں (رباط) کے قیام کو خصوصی اہمیت دی، جو جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ کے مطابق "بارڈر سیکیورٹی اور پریونٹیو ڈیفنس" (Preventive Defense) کا بنیادی اصول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو سرحدوں پر مستعد رہنے اور چوکیوں پر ڈٹے رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ))[20]

"اے ایمان والو! صبر کرو، ثابت قدم رہو، مورچوں میں جمے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے رباط کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(("رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا"))[21]

"اللہ کی راہ میں ایک دن کا رباط (سرحدی پہرہ) دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔"

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ: **((رباط يوم وليلة خير من صيام شهر وقيامه، وإن مات جرى عليه عمله الذي كان يعمله، واجري عليه رزقه وامن الفتان."))**[22]

"ایک دن اور ایک رات کا رباط ایک مہینے کے روزے اور قیام سے بہتر ہے۔ اگر کوئی دورانِ رباط وفات پاجائے تو اس کا عمل جاری رہتا ہے، اس کو مسلسل اجر ملتا رہتا ہے اور وہ فتنوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔"

مدینہ کی دفاعی ضروریات اور عملی اقدامات

مدینہ منورہ کی جغرافیائی پوزیشن ایسی تھی کہ مشرک قبائل بارہا حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان قبائل کی نقل و حرکت اور ارادوں سے نبی کریم ﷺ ہمہ وقت باخبر رہتے۔ جیسے ہی دشمن کی کسی سازش یا حرکت کی بو آتی، آپ ﷺ فوری اقدامات فرماتے یا تو خود موقع پر پہنچ جاتے یا مناسب تعداد میں محافظ دستے روانہ فرمادیتے۔

صلح حدیبیہ سے قبل کے دور میں کئی ایسے مواقع پیش آئے جب دشمن قبائل نے مدینہ پر حملے کی تیاری کی، لیکن اسلامی چوکیاں اور سرحدی نگرانی کی مستعدی کے باعث وہ خوف زدہ ہو کر منتشر ہو گئے۔ ایسے علاقے جہاں حملے کا زیادہ اندیشہ ہوتا، وہاں باقاعدہ مستقل چوکیاں قائم کی گئیں۔ اس سے ایک طرف تو عملی دفاع ممکن ہوا، دوسری جانب رباط کی فضیلت کی روشنی میں مجاہدین کو اللہ کا قرب بھی حاصل ہوا۔ چنانچہ بعض فقہاء نے رباط کو جہاد سے بھی زیادہ اہم قرار دیا، کیونکہ جہاں جہاد غیر مسلموں کے خلاف ایک وقتی معرکہ ہوتا ہے، وہیں رباط مسلمانوں کی بقا اور روزمرہ تحفظ کا مستقل انتظام ہے۔

غزوۂ خندق: دفاعی منصوبہ بندی اور سرحدی حکمتِ عملی

غزوۂ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جو حکمتِ عملی اپنائی وہ دفاعی جنگ کا بہترین اور مؤثر ماڈل ہے۔ جب قریش اور دیگر اتحادی قبائل نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے مشورے سے شہر کے شمالی و شمال مغربی سرحد پر خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا۔ کیونکہ دیگر اطراف میں مدینہ کو پہاڑی سلسلے اور گھنے کھجورستان کی وجہ سے قدرتی تحفظ حاصل تھا۔ خندق کھود کر مدینہ کی سرحد کو دشمن کے لیے ناقابلِ عبور بنا دیا گیا۔ یہ جنگی چال عربوں کے لیے نئی تھی، جیسا کہ دشمن خود اعتراف کرتے ہیں کہ:

> "یہ ایسی جنگی تدبیر تھی جو عربوں نے اس سے قبل کبھی استعمال نہ کی تھی، لہٰذا انہوں نے اسے اپنے حساب میں شامل ہی نہ کیا تھا۔" (23)

جب مشرکین مدینہ پہنچے تو خندق دیکھ کر حیران رہ گئے۔ خندق نے انہیں راست طور پر شہر میں داخل ہونے سے روک دیا، اور انہیں محض محاصرہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس کی وہ ذہنی اور عسکری تیاری نہیں رکھتے تھے۔ محاصرہ کے دوران دشمن نے مختلف کمزور جگہوں سے خندق عبور کرنے کی کوشش کی، لیکن مسلمان چوکیوں پر مستعد تھے۔ وہ ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے، تیر اندازی اور نگرانی کے ذریعے دشمن کو خندق کے قریب آنے سے روکتے رہے۔ قریش کے کچھ جانباز جن میں عمرو بن عبدود، مخرمہ بن ابی جہل، اور ضرار بن خطاب شامل تھے — نے ایک تنگ مقام سے خندق عبور کر لی۔ مگر مسلمان فوراً متحرک ہوئے، اور حضرت علیؓ جیسے دلیر مجاہد نے ان کا مقابلہ کیا۔ عمرو بن عبدود جیسے شہسوار کو پے در پے واروں کے بعد حضرت علیؓ نے میدان میں ڈھیر کر دیا، جس پر باقی افراد خندق پار کر کے فرار ہو گئے۔ وہ اتنے خوفزدہ تھے کہ بھاگتے وقت نیزے تک چھوڑ گئے۔

بارڈر سیکیورٹی

آج کی دنیا میں "بارڈر کنٹرول" اور "فرنٹیئر فورسز" (مثلاً رینجرز) کا قیام جدید ریاستوں کی اولین دفاعی ترجیحات میں شامل ہے۔ جس طرح اسلامی ریاست میں رباط ایک عبادت تھا، اسی طرح آج بھی وطن کی سرحدوں پر تعینات سپاہی درحقیقت اسی مشن کو نبھا رہے ہوتے ہیں۔ انہیں سیرتِ طیبہ کی روشنی میں یہ شعور دیا جا سکتا ہے کہ ان کی خدمات محض دنیاوی نہیں بلکہ ایک عظیم دینی فریضہ بھی ہیں۔

سیرت النبی ﷺ ہمیں سکھاتی ہے کہ ایک کامیاب اور پائیدار ریاست کی تشکیل صرف داخلی نظام سے نہیں بلکہ سرحدی دفاع، پیشگی تیاری اور مستقل نگرانی سے ہی ممکن ہے۔ غزوۂ خندق میں نبی کریم ﷺ کی دفاعی منصوبہ بندی، خندق کی تعمیر، اور سرحدی چوکیوں کا قیام، ایک جدید اور ہمہ جہت اسٹریٹیجک ماڈل پیش کرتا ہے۔ جو ہر دور کے حکمرانوں اور عسکری

ماہرین کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

10. علاقۂ جنگ سے واقفیت (Awareness of War Zone)

کسی بھی جنگ میں علاقۂ جنگ (Theater of War) سے واقفیت، دفاعی و جارحانہ حکمت عملی کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ جدید عسکری علوم میں اس پہلو کو Geo-Strategic Awareness یا Battlefield Familiarity کہا جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ اس باب میں ہمیں نہایت اہم اور بصیرت آموز مثالیں مہیا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ جنگی نقل و حرکت، قافلوں کی روانی، گھات لگانے یا نگرانی جیسے کاموں میں علاقے کی ساخت، قدرتی رکاوٹوں، غیر معروف راستوں، پانی کے ذرائع اور دشمن کی پوزیشن کو مدنظر رکھا۔ جنگ سے قبل کسی مقام کی زمینی حقیقت (Ground Reality) کو جاننا اور اس کے مطابق لائحہ عمل ترتیب دینا، آپ ﷺ کی ایک مستقل حکمت عملی تھی۔

غزوۂ خندق میں، مسلمانوں نے دشمن کے متوقع حملے سے قبل ایک ایسا دفاعی منصوبہ بنایا جو مدینہ کے جغرافیائی حالات پر مکمل عبور کے بغیر ممکن نہ تھا۔ مدینہ کے تین اطراف میں قدرتی رکاوٹیں موجود تھیں ۔ کہیں پہاڑ، کہیں کھجورستان، اور کہیں تنگ گلیاں۔ صرف شمالی سمت کھلی تھی جہاں سے دشمن کی آمد متوقع تھی۔ یہی وجہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر اسی سمت میں خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا۔ مسلمانوں نے مسلسل محنت سے مقررہ وقت میں خندق تیار کر لی ۔ اور جب دشمن کی فوجیں مدینہ پہنچیں، تو ان کے اور شہر کے درمیان ایک غیر متوقع اور ناقابل عبور رکاوٹ موجود تھی۔

قرآن مجید اس موقع پر اہلِ ایمان کے جذبات کو یوں بیان کرتا ہے:

((وَلَمَّا رَاَی الْمُؤْمِنُونَ الْاَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيمَانًا وَتَسْلِيمًا))
(24)

"اور جب مؤمنوں نے احزاب کو دیکھا تو کہنے لگے: یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور اللہ و رسول کا وعدہ سچا تھا، اور اس نے ان کے ایمان اور اطاعت کو اور بڑھا دیا۔"

میدانِ جنگ کا مشاہدہ مؤمنوں کے لیے تقویتِ ایمان کا باعث بنا، لیکن یہی منظر منافقین کے لیے شکستِ ارادہ کا سبب بنا:

((وَاِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اِلَّا غُرُورًا)) (25)

"اور جب منافقوں اور ان کے دلوں میں مرض والوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا، وہ محض فریب تھا۔"

دشمن کی پوزیشن اور فوجی تیاری

قریش اور ان کے اتحادی قبیلے مجموعی طور پر دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔ قریش نے اپنا کیمپ مجمع الاسیال (رومہ جرف اور زغابہ کے درمیان) میں لگایا، جب کہ غطفان اور نجدی قبائل نے ذنب نقی (احد کے مشرق میں) ڈیرے ڈالے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی پشت کی جانب محفوظ قلعہ بندی کی، خندق کی سمت کو سامنے رکھا، اور دشمن کی ممکنہ چالوں پر نگاہ رکھنے کے لیے مستقل نگرانی کا نظام قائم کیا۔ اس عسکری تیاری اور مقام کے انتخاب نے دشمن کو حیرت زدہ کر دیا۔

علاقۂ جنگ سے واقفیت آج کے جدید عسکری نظریات میں بھی نہایت اہم سمجھی جاتی ہے۔ چاہے وہ ماحولیاتی حالات (Terrain, Weather)، مواصلاتی راستے (Lines of Communication)، یا جغرافیائی رکاوٹیں ہوں،

ان سب کو مد نظر رکھے بغیر کوئی جنگ جیتی نہیں جاسکتی۔ سیرت النبی ﷺ میں ان تمام اصولوں کا اطلاق نہایت سادگی اور حکمت کے ساتھ موجود ہے —جیسے:

- پیشگی رسائی و جائزہ (Reconnaissance)
- متبادل راستوں کا استعمال
- میدانِ جنگ کا ماحولیاتی تجزیہ
- حریف کی عسکری کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا

یہ تمام نکات جدید جنگی علوم کے بنیادی اصول ہیں، جن کی جڑیں ہمیں چودہ سو سال قبل مدینہ کی گلیوں، خندق کے کناروں، اور رسول اللہ ﷺ کی تدابیر میں نظر آتی ہیں۔ علاقۂ جنگ سے واقفیت صرف ایک عسکری عمل نہیں بلکہ ایک اسٹریٹیجک فلسفہ ہے۔ جسے نبی کریم ﷺ نے ہر غزوہ، ہر سریّہ اور ہر اقدام میں اپنی سیرت سے اجاگر کیا۔ غزوۂ خندق اس کی سب سے درخشاں مثال ہے، جہاں جنگ سے پہلے نہ صرف ذہنی، روحانی اور عسکری تیاری کی گئی، بلکہ زمینی حقیقتوں کو جان کر ایک ایسی دفاعی حکمت عملی مرتب کی گئی جس نے دشمن کو حیران، شکستہ اور ناکام کر دیا۔

11. اعصاب کی مضبوطی غزوۂ خندق بطور نفسیاتی جنگ

غزوۂ خندق محض ایک عسکری معرکہ نہ تھا، بلکہ یہ اپنی نوعیت میں ایک نفسیاتی جنگ (Psychological Warfare) تھی۔ جہاں شمشیروں سے زیادہ اعصاب کا امتحان تھا، اور میدانِ جنگ میں کامیابی سے بڑھ کر صبر، استقامت اور اعتمادی قیادت نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جنگِ احزاب دراصل نقصانِ جان ومال کی جنگ نہ تھی، بلکہ اعصاب کی جنگ تھی۔" (26)

یہ ایک غیر روایتی جنگ تھی جس میں دشمن کئی اطراف سے مدینہ کو گھیرے میں لینے آیا، مسلمانوں کو اندرونی و بیرونی دونوں خطرات کا سامنا تھا۔ لیکن جس چیز نے اس جنگ کو فیصلہ کن بنایا وہ اعصاب کی مضبوطی، ایمانی استقامت، اور قائدانہ بصیرت تھی۔ اس جنگ میں بہت سے نفسیاتی دباؤ کے عوامل کارفرما تھے جیسا کہ:

- دشمن کی تعداد ۱۰ ہزار سے زائد تھی، جب کہ مسلمانوں کی تعداد صرف ۳ ہزار تھی۔
- قریش، غطفان، بنو قریظہ اور دیگر قبائل کی متحدہ افواج مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا عزم لیے ہوئے تھیں۔
- شہر کے اندر منافقین نے مایوسی پھیلانے، اور مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی بھرپور کوشش کی:

((وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا)) (27)

"اور جب منافقین اور دلوں میں مرض رکھنے والے کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ ہم سے کیا، وہ تو محض دھوکہ تھا!"

- محاصرے کی طوالت، رسد کی قلت، اور اندرونی بغاوت (بنو قریظہ کی غداری) نے شدید دباؤ پیدا کر دیا تھا۔

مؤمنین کی اعصابی استقامت

ایسے کٹھن حالات میں جہاں دشمن کئی گنا زیادہ ہو، اندرونی سازشیں موجود ہوں، اور کوئی براہِ راست جنگ نہ ہو —وہاں اعصابی قوت ہی سب سے بڑا ہتھیار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کی مدح فرمائی جنھوں نے ان حالات میں بھی پختہ

ایمان، ثابت قدمی اور اعتماد کا مظاہرہ کیا:

((وَلَمَّا رَاَی الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۚ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا)) (28)

"اور جب مؤمنوں نے (دشمنوں کے) لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہی وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کیا تھا، اور اس نے ان کے ایمان اور اطاعت کو اور بڑھا دیا۔"

یہی وہ لمحہ تھا جب اسلام ایک نکتۂ عروج پر پہنچا۔ کہ جہاں ظاہری کمزوری کے باوجود ایمانی طاقت غالب آئی۔

رسول اللہ ﷺ کی نفسیاتی بصیرت

نبی کریم ﷺ نے پوری جنگ کے دوران مثالی اعصابی مضبوطی، حوصلہ افزائی، اور عملی قیادت کا مظاہرہ کیا۔ جب مسلمان سخت بھوک، تھکن اور خوف کے عالم میں خندق کھود رہے تھے، آپ ﷺ ان کے ساتھ بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔ صبر، امید، اور فتوحات کی بشارتیں دے کر صحابہؓ کے حوصلے بلند کیے۔ محاصرے کے بعد، جب دشمن بغیر کامیابی کے واپس لوٹا، تو آپ ﷺ نے نہایت پر عزم انداز میں ایک تاریخی اعلان فرمایا:

"الآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ" (29)

"اب ہم ان پر حملہ کریں گے، وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے، اب ہم ان کی طرف بڑھیں گے!"

یہ اعلان اس بات کی علامت تھا کہ اب مسلمان دفاعی پوزیشن سے نکل کر فعال، پیش قدمی کی حالت میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ نفسیاتی برتری کی وہ انتہا تھی جہاں دشمن شکست خوردہ، اور مسلمان بغیر کسی بڑی خونریزی کے غالب ہو چکے تھے۔

عصرِ حاضر میں جنگ محض بندوقوں، ٹینکوں اور جہازوں کی جنگ نہیں رہی، بلکہ پروپیگنڈہ، نفسیاتی دباؤ، رائے عامہ کی جنگ، دشمن کی حوصلہ شکنی کی جنگ ہے۔ یہ تمام وہ محاذ ہیں جہاں اعصابی قوت فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ غزوۂ خندق اس کی ایک مثالی مثال ہے کہ کس طرح ایک کمزور تر قوت، مضبوط اعصاب، قیادت، اور معنوی طاقت کے ذریعے عظیم اتحاد کو پسپا کر سکتی ہے۔ غزوۂ خندق ہمیں سکھاتا ہے کہ:

- جنگ صرف تلوار اور ہتھیار کی نہیں، حوصلے اور حکمت کی بھی ہوتی ہے۔
- ظاہری اعداد و شمار ہمیشہ کامیابی کی ضمانت نہیں ہوتے۔
- مضبوط اعصاب، یقین، اور قائدانہ فراست ہر میدان میں فتح کا راستہ کھول سکتی ہے۔

یہی وہ اصول ہیں جو ہر زمانے کے لیڈر، افسر اور مجاہد کے لیے مشعلِ راہ ہیں ۔ کہ خوف، فتنہ، اور فقر جیسے نفسیاتی حملوں کا مقابلہ صرف ایمان، صبر اور ذہنی استقامت سے ہی ممکن ہے۔

12. جنگ بندی کے بعد حالات سے باخبر رہنا

کسی بھی کامیاب عسکری حکمتِ عملی میں صرف جنگ کے دوران مستعدی ہی کافی نہیں ہوتی، بلکہ جنگ کے بعد کے مراحل (Post-Conflict Phase) میں بھی دفاعی تیاری، اطلاعات کی نگرانی اور دشمن کی پسپائی کی تصدیق انتہائی ضروری عناصر شمار ہوتے ہیں۔ یہ اصول ہمیں نہ صرف جدید فوجی نظریات میں ملتا ہے بلکہ سیرتِ طیبہ ﷺ میں بھی اس کی نہایت بصیرت افروز مثالیں موجود ہیں۔ غزوۂ خندق میں نبی کریم ﷺ نے دشمن کی پسپائی کے بعد جو احتیاطی اقدامات

فرمائے، وہ جدید ملٹری انٹیلیجنس کے لیے بھی رہنما اصول ہیں۔

غزوہ خندق کا معرکہ، بظاہر خونریز جنگ کے بغیر، ایک طویل محاصرے، ذہنی دباؤ اور نفسیاتی کشمکش پر مشتمل تھا۔ جب قریش اور ان کے اتحادی ناکام ونامراد ہو کر واپس ہونے لگے، تب بھی رسول اللہ ﷺ نے اطمینان پر قناعت نہ فرمائی، بلکہ میدانِ جنگ کو مکمل طور پر خالی دیکھے بغیر دشمن کی حتمی نقل وحرکت کی تصدیق ضروری سمجھی۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اسی سرد اور کڑکڑاتی ہوئی رات میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو کفار کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ موصوف ان کے محاذ میں پہنچے تو وہاں یہی حالت بپا تھی، مشرکین واپسی کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے واپس آکر ان کی روانگی کی اطلاع دی۔ صبح ہوئی تو میدان صاف تھا۔"[30]

یہ اقدام ظاہر کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ کے اختتام پر بھی مطمئن بیٹھنے کے قائل نہ تھے، بلکہ دشمن کی شکست کی مصدقہ خبر حاصل کرنے کے بعد ہی تدبیری تبدیلی فرماتے۔ آج کی عسکری دنیا میں اس عمل کو Battlefield Assessment، Enemy Withdrawal Confirmation یا Post-Conflict Intelligence Operation کہا جاتا ہے۔ اس کا مقصد درج ذیل ہوتا ہے:

- دشمن کے پیچھے ہٹنے کی حقیقت اور نیت کو جانچنا، کیا یہ پسپائی ہے یا جنگی چال؟
- پسپائی کے بعد خالی علاقے میں بارودی سرنگیں یا دیگر خطرات تو نہیں چھوڑے گئے؟
- میدان کے مکمل خالی ہونے اور مزید حملے کے امکان کے نہ ہونے کی تصدیق۔
- اپنے دستوں کو دوبارہ متحرک کرنے سے پہلے زمینی حقیقت کا مکمل ادراک۔
- نبی کریم ﷺ کا حضرت حذیفہؓ کو بھیجنا اسی اسٹریٹیجک فہم کی عملی تصویر ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ایسے وقت میں دشمن کے کیمپ میں بھیجا گیا جب شدید سردی تھی، دشمن ابھی مکمل طور پر رخصت نہیں ہوا تھا، خطرہ بدستور موجود تھا۔ یہ ایک بہادری، رازداری اور فہم پر مبنی انٹیلیجنس مشن تھا، جس میں کسی قسم کی جارحیت کے بجائے صرف معلومات اکٹھی کرنا مقصود تھا۔ حضرت حذیفہؓ نے بغیر کسی تصادم کے، نہایت ذہانت اور چابکدستی سے دشمن کی کیفیت کا جائزہ لیا، اور نبی کریم ﷺ کو مطلع فرمایا۔ اس مشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

"اللہ نے دشمن کو کسی خیر کے حصول کا موقع دیے بغیر اس کے غیظ وغضب سمیت واپس کر دیا، اور ان سے جنگ کے لیے رسول کو کافی ہو گیا۔"[31]

غزوۂ خندق صرف عسکری دفاع کا ماڈل نہیں، بلکہ جنگ کے بعد کے حالات کو سنبھالنے، معلوماتی جنگ (information warfare) اور دشمن کی نیت وچالوں سے مکمل باخبر رہنے کا بھی درس دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو روانہ کرنا ہمیں سکھاتا ہے کہ:

- اصل کامیابی صرف میدان صاف ہونے سے نہیں، بلکہ یقین دہانی اور تصدیق سے حاصل ہوتی ہے۔
- قیادت کا فرض ہے کہ وہ میدان کی خاموشی کو بھی سنا کرے۔ اور دشمن کے آخری قدم تک نگرانی اور فہم کو برقرار رکھے۔

- یہی وہ فہم ہے جو سیرت النبی ﷺ کو تمام انسانی تاریخ کی سب سے اعلیٰ اسٹریٹیجک قیادت کا مظہر بناتا ہے۔

خلاصہ کلام

غزوۂ خندق سیرت النبی ﷺ کا وہ تاریخی موڑ ہے جس میں عسکری حکمتِ عملی، منصوبہ بندی، اور جنگی تدبیرات کا مثالی اور جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ سے ہم آہنگ مظاہرہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت کم وسائل، محدود افرادی قوت اور معاشی کمزوری کے باوجود اپنی فطری ذہانت، گہری بصیرت، اور جغرافیائی شعور کے ساتھ ایک ایسی دفاعی حکمتِ عملی اختیار کی جس نے طاقتور اتحادی لشکر کو ناکام ونامراد واپس پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ غزوۂ خندق میں خندق کھودنے کی تجویز ایک انقلابی حربی تدبیر تھی، جو نہ صرف دشمن کی یلغار کو روکنے کا ذریعہ بنی، بلکہ اس نے اسلامی عسکری سوچ میں تدبیر، پیش بینی، اور میدانِ جنگ کے انتخاب جیسے اصولوں کو اجاگر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر مرحلے پر حالات کا تجزیہ کیا، معلومات حاصل کیں، اصحابؓ کو منظم کیا، اور ایسا لائحہ عمل اپنایا جس نے محدود وسائل کو بھی مؤثر بنایا۔

آپ ﷺ کی قیادت میں ہونے والے تمام معرکوں، خصوصاً غزوۂ خندق میں، یہ بات نمایاں رہی کہ جنگ کا مقصد صرف فتح یا قتال نہیں تھا بلکہ اصولی اور اخلاقی دائرے میں رہتے ہوئے امن کے پیغام کو غالب کرنا تھا۔ دشمن کو ہمیشہ موقع دیا جاتا، اور اخلاقی برتری کو مقدم رکھا جاتا۔ یہ اندازِ قیادت آج کی جدید اسٹریٹیجک تھنکنگ میں بھی ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے، جہاں صرف طاقت نہیں بلکہ حکمت، اخلاق، اور وژن کامیابی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ غزوۂ خندق میں اپنائی گئی جنگی حکمتِ عملی نہ صرف سیرت النبی ﷺ کا عملی مظہر ہے، بلکہ عصرِ حاضر کے عسکری ماہرین کے لیے ایک پائیدار ماڈل بھی ہے جو محدود وسائل میں بھی بڑی قوتوں کو زیر کرنے کا عملی سبق دیتی ہے۔

تجاویز وسفارشات

- سیرتِ نبوی ﷺ کو جدید عسکری تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔ جدید فوجی اداروں اور عسکری تربیت گاہوں میں غزوۂ خندق سمیت دیگر غزوات کی حکمتِ عملی کو بطور ماڈل پڑھایا جائے تاکہ فوجی افسران اسلامی تاریخ سے عملی بصیرت حاصل کر سکیں۔
- اسلامی جنگی اصولوں کو بین الاقوامی پالیسی میں اجاگر کیا جائے۔ غزوۂ خندق کے دوران اختیار کیے گئے اصولی اور اخلاقی رویوں کو عالمی سطح پر امن، رواداری اور اصولی جنگی طریقوں کے ماڈل کے طور پر پیش کیا جائے۔
- جدید دفاعی حکمتِ عملی میں جغرافیائی شعور کو مرکزی حیثیت دی جائے۔ غزوۂ خندق میں جغرافیہ، موسم، اور زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے جو فیصلے کیے گئے، وہ آج کی دفاعی حکمتِ عملی کے لیے نہایت اہم سبق رکھتے ہیں۔ جدید دفاعی منصوبہ بندی میں ان پہلوؤں کو نظر انداز نہ کیا جائے۔
- فوجی قیادت میں وژن، تدبر اور اخلاقی برتری کی اہمیت پر زور دیا جائے۔ غزوۂ خندق نے ثابت کیا کہ قیادت میں صرف عسکری مہارت کافی نہیں بلکہ بلند اخلاق، بردباری، اور حکمتِ عملی کے امتزاج سے ہی پائیدار کامیابی حاصل ہوتی ہے۔
- سیرتِ النبی ﷺ کے اسٹریٹیجک پہلو پر تحقیق کو فروغ دیا جائے۔ جامعات اور تحقیقی ادارے سیرت النبی ﷺ کے اسٹریٹیجک و عسکری پہلو پر مزید گہرائی سے تحقیق کریں اور اسے جدید بین الاقوامی اسٹڈیز کے ساتھ جوڑیں۔
- امن کے فروغ کے لیے سیرت سے رہنمائی لی جائے۔ غزوۂ خندق سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دفاع صرف جنگی طاقت

سے نہیں بلکہ دانشمندانہ حکمتِ عملی، صبر، اور اخلاق سے بھی ممکن ہے۔ ان اصولوں کو عالمی سطح پر امن کے فروغ کے لیے اپنایا جانا چاہیے۔

- خطرات کی پیش بینی اور پیشگی منصوبہ بندی کو عسکری تربیت کا لازمی حصہ بنایا جائے۔ غزوۂ خندق میں دشمن کی چالوں کو قبل از وقت سمجھنا اور اس کے مطابق تیاری کرنا آج کے خطرات جیسے سائبر وار، دہشت گردی، اور ہائبرڈ وار کے تناظر میں بھی بے حد مفید ہے۔
- دفاعی پالیسی میں نرمی، مفاہمت اور مذاکرات کے اصول شامل کیے جائیں۔ سیرتِ طیبہ میں، خاص طور پر غزوۂ خندق میں، صرف جنگ پر انحصار نہیں کیا گیا بلکہ مذاکرات، مشورے اور نرمی کو بھی اپنایا گیا۔ یہ اصول جدید سفارت کاری اور دفاعی پالیسی کا حصہ بننے چاہئیں۔

حوالاجات

([1]) بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح، (ریاض: مکتبہ دار السلام)، رقم الحدیث: 4110۔
([2]) قسطلانی، شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابو بکر المصری، المواہب اللدنیہ، (ترجمہ: مولانا محمد صدیق ہزاروی)، (لاہور: فرید بک سٹال)، ج 1، ص 238۔
([3]) محمد ابن سعد بغدادی، الطبقات الکبری (طبقات ابن سعد)، **ترجمہ**: مولانا عبد اللہ العمادی (حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ)، ج 2، ص 50، 51۔
([4]) محمد بن عمر الواقدی، المغازی، **ترجمہ**: مولانا افتخار احمد (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)، ج 2، ص 445۔
([5]) عبد الملک ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (سیرت ابن ہشام)، **تحقیق**: محمد محی الدین عبد الحمید (مصر: مکتبہ محمد علی صبیح)، ج 1، ص 390۔
([6]) السیوطی، عبد الرحمٰن ابو بکر، جلال الدین، الخصائص الکبریٰ (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ)، ج 1 ص 574۔
([7]) السیرۃ النبویۃ (سیرت ابن ہشام)، ج 1، ص 403۔
([8]) علی بن عبد اللہ بن احمد السمہودی، **خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** (المدینہ المنورہ: المکتبۃ العلمیۃ، 1392ھ / 1982ء)، ص 548۔
([9]) عبد الباری ایم اے، **رسول کریم ﷺ کی جنگی اسکیم** (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، 1986ء)، ص 125۔
([10]) عبد الحمید قادری، **جستجوئے مدینہ** (لاہور: اوریئنٹل پبلی کیشنز، 1428ھ / 2007ء)، ص 276۔
([11]) ابو عیسیٰ محمد بن عیسی الترمذی، السنن، **کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**، (نئی دہلی: مجلس علمی دار الدعوۃ)۔ رقم الحدیث: 3745۔
([12]) صفی الرحمٰن مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، 1416ھ / 1995ء)، ص 419۔
([13]) **الرحیق المختوم**، ص 419۔
([14]) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (سیرت ابن ہشام)، ج 2، ص 228۔
([15]) **الأنفال**: 58۔
([16]) محمود شیت خطاب، الرسول القائد (بغداد: دار مکتبۃ الحیاۃ، 1960ء، طبع ثانی)، ص 315۔
([17]) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (سیرت ابن ہشام)، ج ۳، ص ۲۱۷۔
([18]) علی محمد الصلابی، السیرۃ النبویۃ (بیروت: دار المرفہ، طبع سابع، 2008ء)، ص 605۔
([19]) احمد نوفل، الاشاعۃ (عمان: دار الفرقان، 1983ء)، ص 50۔
([20]) آل عمران: 200۔
([21]) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، **کتاب الجہاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ**، رقم الحدیث 2892۔
([22]) القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، **کتاب الإمارۃ، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عز وجل**، رقم الحدیث 4938۔
([23]) **الرحیق المختوم**، ص 419۔
([24]) الاحزاب: 22۔
([25]) الاحزاب: 12۔
([26]) **الرحیق المختوم**، ص 424۔
([27]) الاحزاب: 12۔
([28]) الاحزاب: 22۔

([29]) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، **کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب**، رقم الحدیث: 4110۔
([30]) **الرحیق المختوم**، ص423۔
([31]) **الرحیق المختوم**، ص423۔